میسور میں دو دن

سعید احمد اکبرآبادی

جنوری کے مہینہ کی کوئی تاریخ تھی کہ محب قدیم میر محمود حسن صاحب صدر شعبۂ اردو میسور یونیورسٹی کا گرامی نامہ موصول ہوا کہ پروفیسر بی۔ شیخ علی صدر شعبۂ تاریخ و ڈائرکٹر، سینٹر آف مڈل ایسٹ اسٹڈیز، میسور یونیورسٹی اپنے شعبہ کے ماتحت "ماڈرن عربک لٹریچر" پر میرا ایک توسیعی لکچر چاہتے ہیں۔ میں نے شکریہ کے ساتھ یہ دعوت منظور کرلی۔ پروفیسر صاحب فروری کے پہلے ہفتہ میں چاہتے تھے، مگر میں فارغ نہیں تھا۔ اس لئے باہم رضامندی سے ۲۶ر فروری مقرر ہوگئی، ۲۵ر فروری کو دن کے گیارہ بجے کالیکٹ سے بذریعہ بس روانہ ہوا۔ اس راستہ کی خوبصورتی ضرب المثل ہے، بارہا اس کی تعریف سنی تھی۔ میرے لئے یہ پہلا موقع تھا۔ واقعی کالیکٹ سے میسور تک پورا راستہ چھوٹے بڑے سرسبز و شاداب پہاڑوں، وادیوں، اونچے اونچے نہایت گنجان ناریل کے درختوں اور درمیان میں کہیں کہیں پانی کی ندی نالوں پر انہیں میں منتشر آبادیوں اور کئی میل تک طویل و عریض نیشنل فورسٹ جس میں قسم قسم کے جانور کھلے بندوں آزاد پھرتے ہیں۔ ان سب کی وجہ سے فطرت کے جمال و نزہت کا مرقع ہے، یوں تو پورا کیرالا ہی جنوبی ہند کا کشمیر ہے، تاہم یہ راستہ حسین مناظر میں آپ اپنی نظیر ہے۔

ان مناظر سے لطف اندوزی کے عالم میں پانچ بجے بس میسور پہونچی تو اڈہ پر میر محمود حسین صاحب اور سید منظور احمد صاحب جو ایک کالج میں اُردو کے لکچرر ہیں۔ ایک کار کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھے۔ بس سے اتر کر ان دونوں احباب کے ساتھ پہلے مسجد آیا۔ جماعت کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، اس سے فراغت کے بعد قریب میں ہی ایک نہایت شاندار ریستوران تھا، یہاں کار

میں بیٹھے بیٹھے ہی ایک ایک سموسہ کھایا اور کافی کی ایک ایک پیالی پی اور پھر ہم لوگ سیدھے سرنگاپٹم کے لئے روانہ ہوگئے جو یہاں سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔

سرنگاپٹم، سلطان ٹیپو شہید اور ان کے خاندان کے مقبرہ کے باعث عوام وخواص کی زیارت گاہ اور علی الخصوص مسلمانوں کے لئے بارگاہِ عقیدت وارادت ہے، اس لئے اس سفر میں مقبرہ پر حاضری کا پہلے سے پکا ارادہ تھا۔ برسوں پہلے جب بنگلور آیا تھا تو اس وقت بھی سرنگاپٹم آیا تھا۔ لیکن جناب میر محمود حسین صاحب نے اس خیال سے کہ کل میرا لکچر ہے اور دوسری مصروفیتیں بھی رہیں گی، آج کی شام کو مجھے فارغ رکھا اور سرنگاپٹم کا پروگرام بنالیا۔ موصوف کی اس کرم گستری اور دلجوئی سے طبیعت نہایت محظوظ ہوئی اور میں نے ان کا شکریہ ادا کیا میر صاحب سے دیرینہ نیازمندی کا تعلق ہے، اردو اور فارسی کے بڑے فاضل، وسیع النظر عالم اور نہایت شگفتہ مزاج اور کریم الاخلاق بزرگ ہیں، برہان کے مقالہ نگار بھی رہ چکے ہیں، عزیزم سید منظور احمد سے پہلی ملاقات تھی لیکن اس طرح ملے کہ گویا برسوں کے ساتھی اور رفیق تھے بالکل نوجوان ہیں، اردو میں لیکچرر ہیں مگر سائنس میں گریجویٹ ہیں اور انگریزی لٹریچر کا اچھا مطالعہ ہے، نہایت فعال اور متحرک ہیں، انتظامی صلاحیت بھی بہت اچھی رکھتے ہیں۔ اسی لئے اپنے کالج میں استادوں کی انجمن کے سکرٹری ہیں۔ میسور میں قیام کے دو دنوں میں ہر مرحلہ پر ان کی معیت و رفاقت کے باعث جو مسرت و راحت نصیب ہوئی اس کی خوشگوار یاد اب تک دل کے خزانہ میں محفوظ ہے۔

اب کار روانہ ہوئی اور راستہ میں قابلِ ذکر مقامات آئے تو دونوں رفیق بتاتے گئے کہ یہ وہ عمارت ہے، یہ وہ مقام ہے۔ یہاں تک کہ مہاراجہ کے نہایت عظیم الشان اور پرشکوہ محل کے سامنے سے گذر ہوا تو سید منظور احمد نے کہا کہ علامہ اقبال مہاراجہ کی دعوت پر جب میسور آئے تھے تو اسی قصرِ عالی شان میں قیام کیا تھا اور محل کے ایک خاص گوشہ کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ یہی وہ گوشہ ہے جس میں علامہ فروکش تھے، اقبال کا نام سُنکر اور اُن کی جائے قیام پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہی

ایسا محسوس ہوا کہ گویا ربابِ قلب کے تار مرتعش ہو گئے اور دھیمے دھیمے سروں میں نغمہ ریز ہونے لگے
میسور کو باغوں کا شہر کہا جاتا ہے، اور واقعی ہے بھی ایسا ہی۔ ایک گھنٹہ سے کچھ کم میں سلطان
شہید کا مقبرہ آ گیا۔ دروازہ میں داخل ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ بڑی عمدہ اور موثر قوالی
ہو رہی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اقبال نے سلطان شہید کی منقبت میں جو اشعار کہے ہیں،
قوالوں کی زبان سے ان کو ریکارڈ کر لیا گیا ہے۔ اور یہ ریکارڈ روزانہ عصر و مغرب کے درمیان
میں مقبرہ کی چھت پر سے مسلسل سنائے جاتے ہیں، اقبال کے اشعار اور قوالوں کی زبان سے
انھوں نے فضا میں عجب کیف و سرور کا عالم پیدا کر دیا تھا۔ ایک گنبد کے نیچے سلطان ٹیپو شہید، ان
کے والد اور والدہ تینوں کی قبریں برابر ہیں اور باہر سلطان کے بھائیوں، بہنوں، بیٹوں اور بیٹیوں
اور دوسرے اعزا و اقربا کی قبریں مقبرہ سے باہر چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں، ہم نے گھوم پھر کر سب
پر فاتحہ پڑھی، سلطان کی قبر پر فاتحہ پڑھتے وقت قلب و ذہن کی عجیب حالت ہوئی جسے محسوس
تو کیا جا سکتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

مغرب کا وقت قریب آ گیا تھا اس لئے یہاں سے روانہ ہو کر ہم لوگ قلعہ میں آئے۔
راستہ میں وہ میدان بھی دیکھا جہاں انگریزوں سے جنگ ہوئی تھی اور سلطان نے جام
شہادت نوش کیا تھا۔ قلعہ میں ایک وسیع اور خوبصورت مسجد سنگ مرمر کی بنی ہوئی کافی بلندی
پر ہے، اس میں داخل ہو کر نماز با جماعت ادا کی، گورنمنٹ کی طرف سے جو صاحب یہاں کے
منتظم مقرر ہیں اور سلطان کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں وہ مسجد سے متصل ہی ایک مکان میں
رہتے ہیں، نماز سے فراغت کے بعد وہ اپنے گھر میں لے آئے، چائے سے تواضع کی اور پھر سلطان
کے چند فرامین جو ان کے خاندان میں محفوظ ہیں، ان کی زیارت کرائی، ایک فرمان میں سلطان نے
لکھا تھا، سخت افسوس کی بات ہے کہ مسلمان شادی بیاہ کے معاملہ میں فضول خرچی کرتے اور
ہندوؤں کے رسم و رواج کی پابندی کرتے ہیں جو احکام شریعت کے خلاف ہیں۔ اس لئے
میں قاضیوں کا ایک محکمہ قائم کرتا ہوں تاکہ سب نکاح ان کی نگرانی میں شریعت اسلام
[illegible]

خوشی ہوئی،

یہاں سے رخصت ہو کر ہم لوگ کرشنا راج ساگر گئے جو یہاں کیا غالباً ایشیا میں حسن و جمال اور نزہت و لطافت کے اعتبار سے اپنی نوعیت میں منفرد ہے، سلطان نے یہاں ایک نہایت مضبوط، وسیع اور بلند بند (Dam) بنایا تھا۔ مہاراجہ نے اس کے عقب میں اوپر نیچے چند در چند جداول بنا کر پانی کو ان جداول میں رواں دواں کر دیا۔ اور آبشاروں کا منظر پیدا کر کے اِدھر اُدھر چاروں طرف پانی کے اندر اور باہر رنگ رنگ کی روشنیوں سے آراستہ و پیراستہ کر کے اس پورے علاقہ کو بقعۂ رنگ و نور بنا دیا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناظورۂ فطرت نے اپنے حسن و شباب کو اس طرح عریاں کر دیا ہے کہ پوری فضا دم بخود ہو کر رہ گئی ہے۔ میر صاحب تو کار میں بیٹھے رہے، میں اور منظور صاحب چاروں طرف گھومتے پھرتے رہے، نو بجے ہم واپس ہوئے اور یونیورسٹی کے مہمان خانہ پہونچے۔ یہاں ایک کمرہ میرے لئے رزرو تھا۔ کھانا کھایا۔ نماز پڑھی اور ان دونوں حضرات کو رخصت کر کے کمرہ میں پڑ کر سو گیا۔

دوسرے دن صبح کو ناشتہ پر ایک امریکن پروفیسر اور ان کی بیوی سے ملاقات ہوئی۔ شوہر امریکن ہسٹری کے ماہر ہیں یہاں شعبۂ تاریخ کے ماتحت چند ماہ کے لئے وزٹنگ پروفیسر ہو کر آئے ہیں۔ بیوی علم سمع و بصر کی ماہر ہیں، اس پر لکچر دے رہی ہیں۔ میاں بیوی دونوں کو میرے لکچر کا علم تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ لکچر میں ضرور شریک ہوں گے، لکچر شام کو چار بجے تھا۔ اس لئے کمرہ میں ہی رہا۔ یہاں ڈاکٹر سید نصیر الدین صدر انجمن حدیقۃ الادب اور مسٹر نور الحق جو ایک کالج میں سائنس کے لکچرر ہیں ملاقات کے لئے آئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ اول الذکر نے میر محمود حسین صاحب سے اجازت لے کر انجمن حدیقۃ الادب کے ایک جلسۂ عام میں عشاء کے بعد مولانا محمد علی پر میری تقریر کا پوسٹروں کے ذریعہ اعلان کر رکھا تھا اور موخر الذکر نے اپنے ہاں ڈنر پر مدعو کیا، میر صاحب اور منظور صاحب بھی آئے اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے گئے۔

... ہو تو منظور ... آ گئے ... کے ساتھ ... ہوا۔ یونیورسٹی کی مختلف شاندار عمارتوں

سے گذرتا ہوا شعبۂ تاریخ پہونچا۔ شعبہ کے صدر پروفیسر شیخ علی کے کمرہ میں گیا۔ اُن سے اور دوسرے حضرات سے جو وہاں موجود تھے ملاقات ہوئی۔ کافی سے فراغت کے بعد ٹھیک چار بجے شعبے کے وسیع اور کشادہ سیمنار ہال میں ہم پہونچ گئے۔ صدر شعبہ کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ انہوں نے جلسہ کی تقریب اور لکچر کے موضوع کا اظہار کیا۔ پھر ان کی درخواست پر میر محمود حسین صاحب نے کھڑے ہوکر میرے تعارف میں تقریر کی، اس کے بعد صدر صاحب نے مجھ سے درخواست کی اور میں نے لکچر شروع کردیا جو باریک انگریزی ٹائپ کے سولہ صفحات فلسکیپ میں پھیلا ہوا تھا۔ لکچر کا موضوع تھا: "ماڈرن عربک لٹریچر" لیکن چوں کہ لٹریچر کا ارتقاء زبان کے ارتقا کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے میں نے اولاً ۱۷۹۸ء سے یعنی ۱۷۹۸ء میں مصر پر نپولین کے حملہ کے بعد سے اب تک عربی زبان میں جو نہایت عظیم الشان جدید اصطلاحات والفاظ کا اضافہ ہوا ہے اس کا جائزہ تاریخی اور لغوی نقطۂ نظر سے لیا اور پھر ماڈرن لٹریچر پر گفتگو کی۔ لکچر ایک گھنٹہ کا تھا۔ ہال طلبا وطالبات اساتذہ اور دوسرے ارباب علم سے بھرا ہوا تھا۔ سب نے اسے خاموشی اور دلچسپی سے سنا۔

اس کے بعد پروفیسر شیخ علی کھڑے ہوئے، انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں پہلے لکچر کی تعریف کی اور کہا کہ اس لکچر سے عربی زبان کے ارتقاء اور ادب میں جدید رجحانات اور لٹریچر کے متعلق ہمیں پہلی مرتبہ بعض نہایت قیمتی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اس قسم کے خصوصی لکچروں میں حاضری کم ہوتی ہے، لیکن اس وقت یہ دیکھ کر خوشی ہورہی ہے کہ پورا ہال بھرا ہوا ہے۔ اس میں بڑا دخل موضوع کی کشش کے علاوہ مقرر کی شہرت اور شخصیت کا بھی ہے۔ اس کے بعد موصوف نے تاریخ اور فلسفہ میں مسلمانوں کے کارناموں کا ایک بلند پایہ مورخ کی حیثیت سے بصیرت افروز تذکرہ کیا۔ پھر ایک صاحب نے عربی کی جدید شاعری پر سوال کیا۔ میں نے جواب میں مختصر تقریر کی۔ اس پر جلسہ برخاست ہوگیا، ہال سے باہر آیا تو بہت سے نئے پرانے احباب سے ملاقات اور گفتگو کرکے بڑی مسرت ہوئی۔

پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق یہاں سے فارغ ہو کر ہم سب لوگ شعبۂ اردو کی عمارت میں آ گئے۔ یہاں شعبہ نے ایک نہایت مکلف اور بہت وسیع عصرانہ کا انتظام کیا تھا جس میں یونیورسٹی کے اساتذہ کے علاوہ شہر کے ادبا اور شعرا کا بھی بڑا مجمع شریک تھا۔ اس سے فراغت کے بعد اقبال صدی تقریبات کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ صدر جلسہ میسور کے ایک بڑے صنعت کار حاجی نور محمد تھے، انہوں نے مختصر خطبۂ صدارت پڑھا اور شعبہ کو ایک خطیر رقم اس غرض سے دینے کا اعلان کیا کہ ہر سال ایم۔ اے کے جس طالب علم یا طالبہ کا مقالہ علامہ اقبال پر سب سے اچھا ہوگا اس کو گولڈ میڈل دیا جائیگا اس کے بعد "اقبال اور عشق نبوی" کے موضوع پر چالیس منٹ کے لگ بھگ میری تقریر ہوئی، شعبۂ اردو کی سب کارروائی اردو میں تھی۔

اس کے بعد میسور کے نامور شاعر جناب ضمیر عاقل شاہی جو سلطان ٹیپو کے استاد کے خاندان سے ہیں ان کی صدارت میں مشاعرہ شروع ہوا، پہلے نوجوان شعرا نے جن میں ایک خاتون بھی تھیں پھر اساتذہ نے اپنا کلام سنایا۔ مجمع کے اصرار پر میں نے بھی اپنی پرانی دُھرانی غزلوں کے دو چار شعر جو یاد تھے انہیں سنا کر شہیدوں میں نام لکھا لیا۔ مشاعرہ صاف ستھرا اور مہذب و شائستہ تھا، میں نام بھولتا ہوں جس نوجوان نے نقیب مشاعرہ کا فرض بڑی خوبی اور خوش سلیقگی سے انجام دیا میں ان سے بہت متاثر ہوا، یہ اردو میں ایم۔ اے ہیں اور خود بھی شاعر ہیں، مشاعرہ ختم ہو گیا تو انھوں نے فرمائش کی کہ مشاعرہ کی نسبت میں اپنے تاثرات بیان کروں، اس لئے میں پھر کھڑا ہو گیا۔ اور ایک خالص ادبی تقریر کی اور یہ نشست ختم ہو گئی ½ ۸ بجے یہ نشست ختم ہوئی تھی کہ پروفیسر عبد القادر جو میسور کے ایک کالج میں اردو کے بڑے لائق و فاضل استاد تھے اور اب ریٹائرڈ ہیں اپنی کار لیکر پہونچ گئے، پروفیسر شیخ علی اور میں ان کے ساتھ روانہ ہوئے اور نور الحق صاحب کے بنگلہ پر پہونچے، جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں نور الحق صاحب ایک کرسچین کالج میں سائنس (نباتات) کے استاد ہیں مگر نہایت صالح اور دیندار نوجوان

ہیں لوضع قطع اور صورت شکل سے مولوی نظر آتے ہیں یہاں پہونچکر میں نے پہلے جماعت سے نماز ادا کی پھر چند ارباب علم وفضل احباب کے ساتھ نہایت مکلف اور لذیذ ڈنر کھایا اس کے بعد پروفیسر عبدالقادر صاحب ہی کی کار میں روانہ ہوا اور شہر میں انجمن حدیقۃ الادب کے جلسہ میں شرکت کے لئے روانہ ہوگیا نورالحق صاحب بھی ہمراہ تھے۔ یہ جلسہ مسلمانوں کے ایک محلہ کے اندر ایک ہال میں منعقد ہوا۔ مجمع خاصا اچھا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد صدر انجمن ڈاکٹر سید نصیرالدین صاحب نے انجمن کی زبان اردو کی خدمات اور اس کی کارگذاریوں اور اس وقت کے جلسہ کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی، پھر پروفیسر عبدالقادر نے بڑی شستہ زبان میں میرا تعارف کرایا اور مولانا محمد علی کی شخصیت پر ایک دلپذیر تقریر کی، اس کے بعد مولانا محمد علی سے متعلق اپنے مشاہدات محسوسات کی روشنی میں مولانا کی ذاتی اور شخصی خصوصیات کا میں نے تذکرہ کیا، میں چاہتا تھا کہ اور کہوں۔ لیکن شام کے چار بجے سے اب تک برابر مصروف رہا تھا اس لئے دماغ نے ساتھ نہ دیا۔ چالیس منٹ تقریر کر سکا، آخر میں میسور کے ادیب اور شاعر نسیم تمنائی صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ اور جلسہ برخاست ہوگیا۔

دوسرے دن پروفیسر شیخ علی، میر محمود حسین صاحب، نورالحق صاحب اور بعض اور احباب ملاقات کو آتے رہے، امریکن پروفیسر اور ان کی بیوی بھی آئیں میرا فوٹو لیا اور لکچر کی تعریف کی، گیارہ بجے کے قریب عزیزم سید منظور احمد آئے ان کے ساتھ میسور کے بڑے بازار گیا۔ میوزیم دیکھا میسور کی صنعت و حرفت دیکھ کر جی بہت خوش ہوا، وہاں سے مہاراجہ کے محل گیا۔ اب محل کھل گیا ہے۔ اس لئے اندر سے خوب گھوم پھر کر دیکھا۔ ظہر کی نماز ایک مسجد میں باجماعت ادا کی واپس آکر کھانا کھایا۔ اور کچھ دیر قیلولہ کیا، اور چار بجے کی بس سے کالیکٹ کے لئے روانہ ہوگیا۔ میر محمود حسین صاحب کے الطاف و اکرام کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اہلیہ محترمہ کی سخت علالت اور تنہائی کے باوجود اکثر اوقات میرے ساتھ رہے اور ہر قسم کی راحت و آسائش کا خیال رکھا۔ بس کے اڈہ پر بھی انھوں نے اور سید منظور احمد صاحب نے الوداع کہا۔